اقساط پر فروخت کے مروجہ کاروبار میں خامیاں اور ان کا شرعی حل

Issues in Installment Sales in Prevailing Business Practices and their Shariah-Compliant Solutions

Muhammad Zubair Nadeem[1]
Dr. Ataur Rehman[2]

Abstract

Installment sales have become increasingly prevalent in modern society, driven by intense competition among producers and limited consumer purchasing power. As consumers seek goods without the financial means to pay cash upfront, companies have developed innovative marketing strategies to expand their customer base. This study conducts a comprehensive review of the installment sale process, examining existing practices and their Shariah compliance. The primary objective is to identify defects and flaws in current installment sales methods and provide Shariah-compliant solutions to address these issues. This study employs an analytical approach to examine the current practices of sales on installments through the lens of Islamic teachings, as encapsulated in the Qur'an, Hadith and scholarly opinions of Muslim theologians. Utilizing a qualitative research methodology, this study will gather data from secondary sources, including books, articles and online resources, to provide a comprehensive understanding of the topic. By doing so, this research aims to promote confidence in Shariah-principled transactions, mitigate doubts and ensure the validity of installment sales practices.

Keywords: *Mortgage, Subject Matter, Installment Sale, Guarantor, Deffered Sale, debt*

تعارف

عصر حاضر میں کاروبار کی مروجہ صورتوں میں سے ایک صورت اقساط (Installment) بیع ہے دور جدید میں جدید تجارتی مسائل کا سامنا ہے ان میں سے ایک اہم ترین مسئلہ قسطوں پر خرید وفروخت ہے اور یہ موجودہ دور کا ایک اہم ترین مسئلہ بن چکا ہے۔اقساط پر خرید وفروخت کا مروجہ طریقہ کار یہ ہے کہ مبیع کو عقد کے وقت خریدار کے قبضے میں دیدیا جاتا ہے اور اس کی قیمت اقساط کی صورت میں ادا کی جاتی ہے جسے عربی میں بیع التقسیط اور چونکہ یہ ادھار کی بیع ہے اس وجہ سے اس کو بیع العاجل بالآجل، بیع النسئیة اور بیع المؤجل بھی کہا جاتا ہے۔

1. Ph.D Scholar, Department of Islamic Studies, Lahore Garrision University, Lahore
mzubairnadeem45@gmail.com

2. Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Lahore Garrision University, Lahore.
ataurrehman@lgu.edu.pk

بیع التقسیط کی لغوی اور اصطلاحی تعریف

یہ دو الفاظ کا مجموعہ ہے۔ بیع کا معنی بیچنا، فروخت کرنا اور یہ "شراء" کی ضد ہے لیکن کبھی کبھی بیچنے اور خریدنے دونوں کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے، البیع: ضد الشراء۔[3] اور التقسیط مصدر ہے قسط کا۔ لغوی اعتبار سے قسط کا معنی حصہ ہے۔ لسان العرب میں ہے: القسط: الحصۃ والنصیب۔ یقال: اخذ کل واحد من الشرکاء قسطہ ای حصتہ۔[4] تو بیع التقسیط کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ خریدار پر واجب الاداء قرض کو چھوٹے چھوٹے حصوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ اور اصطلاحی اعتبار سے بیع التقسیط کی یہ تعریف کی گئی ہے:

"ھومبادلۃ او بیع ناجز، یتم فیہ تسلیم المبیع فی الحال، ویؤجل وفاء الثمن او تسدیدہ کلہ او بعضہ الی آجال معلومۃ فی المستقبل۔"[5]

"وہ ایسی بیع ہے جس میں مبیع فوری طور پر سپرد کر دی جاتی ہے اور ثمن کی ادائیگی مکمل یا جزوی طور مستقبل میں متعین مدت تک کے لئے ملتوی کر دی جاتی ہے۔"

بیع التقسیط کی مشروعیت

اقساط پر خرید و فروخت شرعاً جائز ہے یہ حقیقت میں ادھار لین دین کی صورتوں میں سے ہے جس بیع النسیئہ اور بیع مؤجل بھی کہا جاتا ہے تو شرعاً اس کے جواز اور مشروعیت پر تمام فقہائے کرام اور اہل علم کا اتفاق ہے تو بیع النسیئہ بھی بیع کی اقسام میں سے ہے قرآن و سنت میں اس کی بنیاد موجود ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"واحل اللہ البیع وحرم الربوا"۔[6] اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔ لہٰذا "البیع" کے لفظ میں عموم ہے یہ بیع کی تمام اقسام کو شامل ہے چاہے وہ نقد ہو یا ادھار، بشرطیکہ وہ عقد بیع و شراء کی عمومی اور خصوصی شرائط کے مطابق ہو۔ اسی طرح ارشاد ایک دوسری آیت میں اللہ جل شانہ ارشاد فرماتے ہیں:

"یا ایھاالذین آمنوا اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوہ"۔[7]

"اے ایمان والو! جب تم کسی خاص مدت کے لئے ادھار کا معاہدہ کرو تو اس کو لکھ لو۔"

اسی طرح احادیث رسول ﷺ سے ادھار کی لین دین کے ثبوت موجود ہیں اور عہد رسالت میں بھی اس کا تعامل موجود ہے بلکہ خود آنحضرت ﷺ نے ایک یہودی کے پاس اپنی زرہ گروی رکھوا کر غلہ ادھار پر خریدا تھا۔ چنانچہ بخاری شریف میں حضرت عائشہؓ کی روایت ہے:

"أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اشْتَرَى طَعَامًا مِنْ يَهُودِيٍّ إِلَى أَجَلٍ، وَرَهَنَهُ دِرْعًا مِنْ حَدِيدٍ." [8]

---

[3]۔ ابن منظور افریقی، محمد بن مکرم، لسان العرب، بیروت: دار صادر، ۲۳/۸۔
Ibn e Manzoor Afriqi, Muhammad bin Makram, *Lisan Al-Arab*, Beirut: Dar Sadir, 23/8.

[4]۔ ایضاً، ۳۷۷/۷-۳۷۸۔
Ibn Manzur, Lisan al-Arab 7/377-378/7

[5]۔ وھبہ زحیلی، المعاملات المالیۃ المعاصرۃ، دمشق: دار الفکر، ۳۱۱/۱۔
Wahba Zuhaili, *Al Muāmlāt ul Māliah al Muāsirah*, Damascus: Dar Al-Fikr, 311/1.

[6]۔ البقرۃ، ۲: ۲۷۵۔
Al-Baqarah, 2:275

[7]۔ البقرۃ، ۲: ۲۸۲۔
Al-Baqarah, 2:282

[8]۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب البیوع، باب شراء النبی ﷺ بالنسیئہ، ریاض: دار السلام للنشر والتوزیع، ۲۰۰۰ء، رقم الحدیث: ۲۰۶۸۔

"نبی کریم ﷺ نے ایک یہودی سے خاص وقت تک ادھار پر کچھ غلہ خریدا اور لوہے سے تیار شدہ زرہ اس کے پاس بطور رہن رکھی۔"

اسی طرح کتب فقہ میں چند شرائط کے ساتھ اس کے جواز کو بیان کیا گیا ہے چنانچہ مختصر القدوری میں ہے:

"وَيَجُوزُ الْبَيْعُ بِثَمَنٍ حَالٍّ أَوْ مُؤَجَّلٍ إِذَا كَانَ الْأَجَلُ مَعْلُومًا". [9]

"نقد اور ادھار قیمت پر خرید و فروخت دونوں جائز ہیں جب ادھار کی مدت معلوم ہو۔"

تو ادھار کی بیع کے جواز پر جمہور فقہائے کرام متفق ہیں۔

مزید یہ کہ اقساط کے کاروبار میں عموماً نقد کے مقابلے میں مبیع کی قیمت زیادہ ہوتی ہے یعنی اگر کوئی شخص نقد پر موبائل فروخت کرے تو اس کی قیمت دس ہزار روپے ہے لیکن اگر وہی موبائل اقساط پر فروخت کرے تو اس کی قیمت بارہ ہزار روپے ہوتی ہے یعنی اقساط پر خریداری کی صورت میں خریدار کو اضافی رقم ادا کرنی پڑتی ہے اسی وجہ سے بعض اہل علم اقساط کے کاروبار کو ناجائز قرار دیا ہے ان کے مطابق اضافی رقم یہ اجل یعنی مدت کے مقابلے میں جو کہ سود ہے یعنی اس چیز کی اصل قیمت دس ہزار روپے ہے اقساط کے ذریعے خریداری کی صورت میں جو دو ہزار روپے اضافی ادا کرنے پڑتے ہیں وہ اس مدت کے مقابلے میں ہیں مبیع کی قیمت میں شامل نہیں اس لئے وہ بیع التقسیط کے عدم جواز کے قائل ہیں جبکہ جمہور بیع التقسیط کو جائز قرار دیتے ہیں ان کے نزدیک اس بیع کے جواز میں بظاہر کوئی شرعی مانع موجود نہیں ہے، کیونکہ جب نقد کوئی چیز فروخت کریں تو اسے بھی زیادہ قیمت پر بیچنے کی اجازت ہے تو اقساط پر بیچنے کی صورت میں بھی کوئی حرج نہیں اور یہ اقساط پر بیچنے کی صورت میں جو اضافہ ہوتا ہے وہ مدت کے مقابلے میں نہیں ہوتا بلکہ اس مبیع کے ثمن کا حصہ ہوتا محض قیمت کے زیادہ ہونے کو عدم جواز کی بنیاد قرار دینا غلط ہے بلکہ مارکیٹ میں اس طرح کی صورتیں بکثرت پائی جاتی ہے، مثلاً ایک چیز کے تھوک اور پرچون کے ریٹ میں فرق ہوتا ہے بلکہ مارکیٹ میں ہر دوکان کا ریٹ دوسری دوکان سے مختلف ہوتا ہے تو اشیاء کی قیمتیں مقام اور وقت کے اعتبار سے مختلف ہوتی رہتی ہیں شرعاً اس میں کوئی قباحت نہیں۔ چنانچہ فقہ البیوع میں مفتی تقی عثمانی صاحب تحریر کرتے ہیں:

"اما الأئمة الاربعة وجمهور الفقهاء والمحدثين فقد اجازوالبيع المؤجل بأكثر من سعر النقد بشرط ان يبت العاقدان بانه بيع مؤجل باجل معلوم وثمن متفق عليه عند العقد۔"[10]

"ائمہ اربعہ اور جمہور فقہاء کرام اور محدثین ادھار کی بیع میں نقد قیمت کے مقابلے میں زیادہ قیمت کی اجازت دی ہے اس شرط کے ساتھ کہ عاقدین کے درمیان ادھار معاملے کی مدت اور ثمن معلوم ہو اور یہ عقد مجلس میں طے کرلیں۔"

در مختار میں ہے:

"(وَصَحَّ بِثَمَنٍ حَالٍّ) وَهُوَ الْأَصْلُ (وَمُؤَجَّلٍ إلَى مَعْلُومٍ) لِئَلَّا يُفْضِيَ إلَى النِّزَاعِ۔"[11]

Muhammad bin Ismaeel Bukhari, *Al Jāmi al Sahih*, Kitabul Buyue, Chapter on the purchase of the Prophet ﷺ on deffered payment, Hadith No.: 2068.

9۔ قدوری، احمد بن محمد بن احمد، مختصر القدوری، کتاب البیوع، بیروت: دار الکتب العلمیہ، ص۷۸۔

Qadoori, Ahmed bin Muhammad, *Mukhtasar Al-Qadouri*, Book Al Buyu, Beirut: Dar Al-Kutub Al-Ilmiyyah, p.78.

10۔ مفتی محمد تقی عثمانی، بحوث فی قضایا فقہیہ معاصرۃ، کراچی: مکتبہ دار العلوم، ص۷۔

Mufti Muhammad Taqi Usmani, Buhūs fī Qazāyā Fiqhiyah Muāsirah, Karachi: Dar Al-Ulum Library, p.7

11۔ ابن عابدین، محمد امین بن عمر، الدر المختار مع رد المحتار، کتاب البیوع، بیروت: دار الفکر، ۵۳۱/۴۔

Ibn Abidin, Muhammad Amin bin Omar, Al-Durr Al-Mukhtar with Radd Al-Muhtar, kitabul Buyue, Beirut: Dar Al-Fikr، 531/4.

"(یہ نقد قیمت پر بھی درست ہے) جو اصل ہے (اور اسے معلوم تاریخ تک قیمت کو موخر بھی کیا جا سکتا ہے) تاکہ اس سے تنازعہ نہ ہو۔"

البتہ عقد کے وقت مبیع کی قیمت طے کرتے وقت ایک ہی رقم بتائی جائے ایسا نہ ہو کہ مبیع کی اصل قیمت بتانے کے بعد اس اضافی رقم کو مدت کے مقابلے میں علیحدہ سے ذکر کیا جائے مثلاً: عقد کرتے وقت بائع موبائل کی قیمت دس ہزار روپے بتائے اور پھر خریدار کو کہے چھ مہینے کی قسطیں ہیں اس لئے اس مدت کے مقابلے دو ہزار اضافی وصول کروں گا تو شرعاً یہ درست نہیں۔

اقساط کی بیع کی شرائط

بیع وشراء میں جس طرح نقد سودا درست ہے اسی طرح ادھار بھی درست ہے اگر عوضین کا تبادلہ مجلس عقد میں ہو تو اس کو نقد اور اگر مبیع مجلس عقد میں ہی حوالے کر دی جائے اور ثمن بعد ادا کیا جائے تو اس کو ادھار خرید وفروخت کہتے ہیں شرعی اعتبار سے دونوں طریقے درست ہیں البتہ ادھار یعنی اقساط کی بیع کے درست ہونے کی لئے چند ضروری شرائط ہیں خرید وفروخت میں جن کا لحاظ رکھنا ضروری ہے بصورت دیگر اقساط کی بیع درست نہیں ہو گی۔ ان شرائط کا خلاصہ درج ذیل ہے:

عاقدین مجلس عقد میں باہمی رضامندی کے ساتھ کسی ایک قیمت پر اتفاق کر لیں مزید یہ کہ قیمت کی ادائیگی کی مدت اور ہر قسط کی مقدار وغیرہ کو متعین کر لیا جائے، یعنی عقد کے وقت تمام امور طے کر لئے جائیں ان میں کسی قسم کا کوئی ابہام یا جہالت نہیں ہونی چاہیے کہ فلاں تاریخ کو ادائیگی کرنے کی صورت میں یہ رقم ہو گی اور اس کے بعد ادا کرنے کی صورت میں دوسری قیمت ہو گی۔

"وایضاواذا عقد العقد على ان إلى أجل كذابكذا وبا النقد كذاأوقال إلى شهر بكذاا والى شهرين بكذا فهوفاسد لان لم يعاطه على ثمن معلوم ولنهي النبى ﷺمن شرطين في بيع۔-"[12]

"مزید یہ کہ عقد اس طرح کیا کہ اتنی مدت کے لئے یہ قیمت اور نقد کے لئے یہ قیمت یا معاہدے میں یہ کہا کہ ایک مہینے کے لئے اتنی قیمت اور دو مہینے ادھار کی صورت میں یہ قیمت ہو گی تو یہ بیع فاسد ہے کیونکہ ثمن معلوم نہیں اور آپ ﷺ نے بیع میں دو شرطوں سے منع فرمایا ہے۔"

اسی طرح مقررہ وقت پر ادائیگی نہ کرنے کی صورت میں قیمت میں اضافہ یا کوئی جرمانہ وغیرہ لگانا بھی شرعاً جائز نہیں یا عقد میں اس طرح کی کوئی شرط لگانا کہ اقساط کی بروقت ادائیگی نہ کرنے کی صورت میں بائع مبیع کو ضبط کرلے گا یہ بھی درست نہیں البتہ اپنے دین کی وصولی کے لئے بائع مبیع کو عارضی طور پر اپنی تحویل میں لے سکتا ہے لیکن اسے ضبط کرنے کا اختیار نہیں۔

(الْمَادَّةُ 245) الْبَيْعُ مَعَ تَأْجِيلِ الثَّمَنِ وَتَقْسِيطِهِ صَحِيحٌ۔(الْمَادَّةُ 246) يَلْزَمُ أَنْ تَكُونَ الْمُدَّةُ مَعْلُومَةً فِي الْبَيْعِ بِالتَّأْجِيلِ وَالتَّقْسِيطِ۔(الْمَادَّةُ 247) إذَا عُقِدَ الْبَيْعُ عَلَى تَأْجِيلِ الثَّمَنِ إلَى كَذَا يَوْمًا أَوْ شَهْرًا أَوْ سَنَةً أَوْ إلَى وَقْتٍ مَعْلُومٍ عِنْدَ الْعَاقِدَيْنِ كَيَوْمِ قَاسِمَ أَوْ النَّيْرُوزَ صَحَّ الْبَيْعُ۔" [13]

"(مادۃ، 245) ادھار قیمت اور اقساط کے ذریعے بیع درست ہے (مادۃ، 246) موخر ثمن کی ادائیگی اقساط کے ذریعے خرید وفروخت درست ہے بشرطیکہ مدت معلوم ہو۔ (مادۃ،247) اگر ادھار خرید وفروخت کا معاملہ کیا اتنے دن یا مہینے یا

---

[12]۔ محمد بن احمد بن ابی سہل السرخسی، المبسوط للسرخسی، بیروت: دار الفکر، ۹/۳۔
Muhammad bin Ahmad bin Abi Sahl al-Sarkhasi, *Al-Mabsoot*, Berut: Dar al-Fikr, 9/3.

[13]۔ لجنۃ مکونۃ من عدۃ علماء وفقہاء في الخلافۃ العثمانیۃ، مجلۃ الأحکام العدلیۃ (محقق: نجیب ہواوینی)، کراچی: نور محمد، کارخانہ تجارتِ کتب، ص ۵۰۔

سال یا ایسے معین وقت تک جو عاقدین کے درمیان معلوم اور متعین ہے، جیسے ایک مقررہ دن یا نوروز، تو بیع درست ہے۔"

اور ہدایہ میں بیع ادھار کی بیع کی شرائط کے ضمن میں صاحب ہدایہ تحریر کرتے ہیں:

ويجوز البيع عن حال وموجل اذاكان الاجل معلوما .... لأن الجهالة فيه مانعة عن التسليم الواجب با العقد ۔[14]

"نقد اور ادھار خرید وفروخت جائز ہے جب ادائیگی کی مدت معلوم ہو...اگر اجل معلوم نہ ہو تو عقد میں ایسی جہالت آجائے گی جو ذمہ داریوں کی ادائیگی میں مانع ہے۔"

اسی طرح اقساط کے کاروبار کی صحت کے لئے ضروری ہے کہ عوضین میں سے مبیع پر مجلس عقد میں قبضہ ضروری ہے اگر عوضین ادھار ہوں تو شرعا یہ بیع درست نہیں اسے بیع الکالی بالکالی اور بیع الدین بالدین بھی کہا جاتا ہے اور ایسی بیع سے آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں:

"عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ نَهَى عَنْ بَيْعِ الْكَالِئِ بِالْكَالِئِ، هُوَ النَّسِيئَةُ بِالنَّسِيئَةِ"۔[15]

"آپ ﷺ نے ادھار کے بدلے ادھار کی بیع منع فرمایا۔"

تو عوضین میں سے مبیع پر قبضہ شرط اور ضروری ہے اس کے بغیر بیع درست نہیں ہو گی۔ تو مذکورہ بالا شرائط ادھار اور اقساط کے کاروبار کے جواز کی شرائط ہیں اس کے بغیر ادھار یا اقساط کا کاروبار درست نہیں۔

سونا اور چاندی ادھار پر بیچنا

قسطوں کے ذریعے صرف ان اشیاء کو فروخت کیا جاسکتا ہے جن کے تبادلے کی صورت میں عوضین یعنی مبیع اور ثمن دونوں پر مجلس عقد میں قبضہ ضروری نہ ہو اگر شرعی اعتبار عوضین پر مجلس عقد میں قبضہ ضروری ہو تو ایسی اشیاء کو ادھار یا اقساط پر فروخت کرنا جائز نہیں ورنہ وہ سودی معاملہ بن جائے گا مثلا: کرنسی کی خرید وفروخت میں مجلس عقد میں عوضین پر قبضہ ضروری ہے تو کرنسی کا لین دین ادھار پر نہیں ہو سکتا ہے بصورت دیگر ربا النسیئہ کے قبیل سے ہوگا، اسی طرح کرنسی نوٹ کو بھی ثمن اصطلاحی قرار دیا جاتا ہے تو جب اس کے ذریعے سونے چاندی کی خرید وفروخت ہو تو اس پر بیع صرف کے احکام لاگو ہوں تو بیع صرف میں عوضین پر مجلس عقد میں قبضہ ضروری ہوتا ہے یعنی اس میں سودے نقد و نقد یعنی ہاتھوں ہاتھ ہونے چاہیے کہ جس مجلس میں معاہدہ طے پایا ہے اسی میں سونا چاندی خریدار کے حوالے کرنا اور قیمت مشتری کے حوالے کرنا ضروری ہے اگر ان میں سے کوئی چیز ادھار ہو گی یعنی قیمت ادھار یا مبیع ادھار ہو تو دونوں صورتوں میں یہ سودی معاہدہ قرار پائے جانے کی وجہ سے ناجائز و حرام ہوگا اس وجہ سے سونا چاندی یا ایسی اشیاء جن پر جانبین سے قبضہ ضروری ہوتا ہے وہ ادھار اور قسطوں پر فروخت نہیں کی جاسکتیں۔ فتاوی ہندیہ میں ہے:

"(وأما شرائطه) فمنها قبض البدلين قبل الافتراق."[16]

---

[14]۔ علي بن أبي بكر بن عبد الجليل الفرغاني المرغيناني، الهداية في شرح بداية المبتدي، بيروت: دار احياء التراث العربي، ۳/۲۴۔

Ali bin Abi Bakr bin Abdul Jalil Al-Farghani Al-Marghinani, *Al-Hidaya fi Sharh Bedayat Al-Mubtadi*, Beirut: Darahiya Al-Turath Al-Arabi, 24/3.

[15]۔ ابو عبداللہ الحاکم محمد بن عبداللہ بن محمد، المستدرک علی الصحیحین، بیروت: دار الکتب العلمیة، رقم الحدیث: ۲۳۴۳۔

Abu Abdullah Al-Hakim Muhammad bin Abdullah bin Muhammad, *Al-Mustadrak alā Sahīhain*, Beirut: Dar Al-Kutub Al-Ilmiyyah, Hadith No: 2343

[16]۔ لجنة العلماء برئاسة نظام الدين البلخي، الفتاوى الهندية، بيروت: دار الفكر، ۳/۲۱۷۔

Committee of Scholars headed by Nizam al-Din al-Balkhi, Al-Fatawa al-Hindiyya, Beirut: Dar Al-Fikr, 217/3.

"بیع صرف کی شرائط میں سے ہے کہ بدلین پر مجلس ختم ہونے سے پہلے قبضہ شرط ہے۔"

درر الحکام شرح مجلۃ الاحکام میں ہے:

"(المادة 121) (الصرف بيع النقد بالنقد) يعني أن بيع الصرف هو بيع الذهب المسكوك أو غير المسكوك بذهب أو فضة والفضة بذهب أو مثلها فضة.فلو أعطى شخص آخر جنيها مصريا أو ليرة عثمانية وأخذ منه مقابلها نقودا فضية أو نقودا ذهبية من (أجزاء الليرة) فذلك البيع هو بيع الصرف."[17]

"(مادۃ، 121)(بیع صرف کا مطلب نقد کی بیع نقد کے ساتھ) بیع صرف کا مطلب یہ ہے کہ سونے کے سکوں کی بیع بغیر ٹکسال والے سونے یا چاندی کے ساتھ اور چاندی کی بیع سونے یا چاندی کے ساتھ۔ اور چاندی کے بدلے سونے یا چاندی کے مساوی رقم اگر کوئی شخص کسی دوسرے کو دیتا ہے اور مصری پاؤنڈ یا عثمانی لیرا اور اس کے بدلے میں اس سے چاندی کی رقم یا سونے کی رقم کے عوض لیرا کے کچھ حصے لے لیتا ہے یہ بھی بیع صرف ہے۔"

اقساط کے کاروبار میں مروجہ خرابیاں

اقساط کا کاروبار فی نفسہ جائز اور درست ہے شرعاً اس میں کوئی قباحت نہیں البتہ اس کے اصول وضوابط اور شرائط سے انحراف کی وجہ سے قسطوں پر خریداری کی ان صورتوں کو ناجائز اور ممنوع قرار دیا جاتا ہے۔ قسطوں کے کاروبار میں مروجہ ممنوع صورتیں درج ذیل ہیں:

قیمت کی تعیین کے بغیر بیع

ادھار خرید وفروخت کی مروجہ صورتوں میں سے ایک یہ ہے کہ مبیع کی قیمت طے کیے بغیر خریدار کے قبضے میں دیدی جاتی ہے اور قیمت بعد میں طے کی جاتی ہے مثلاً کسانوں کو کھاد کی ضرورت ہے تو دوکاندار انہیں کھاد ادھار پر دیدیتے ہیں اور قیمت دوماہ بعد طے کرتے ہیں تو شرعی اعتبار سے یہ درست نہیں اس کی وجہ بیع کی صحت کے لئے ضروری ہے عقد کے وقت ثمن کی مقدار اور ادائیگی کی مدت وغیرہ متعین ہونی چاہیے اس میں کسی قسم کی جہالت اور غرر نہ ہو تو مذکورہ صورت میں قیمت کی تعیین نہ ہونے کی وجہ سے بیع درست نہیں۔ اور علامہ کاسانیؒ بدائع الصنائع میں تحریر کرتے ہیں:

"وكذا إذا قال: بعتك هذا العبد بألف درهم إلى سنة أو بألف وخمسمائة إلى سنتين؛ لأن الثمن مجهول، وقيل: هو الشرطان في بيع وقد روي أن رسول اللهﷺ «نہی عن شرطين في بيع» و لو باع شيئًا بربح ده يازده ولم يعلم المشتري رأس ماله فالبيع فاسد حتى يعلم فيختار أو يدع هكذا روى ابن رستم عن محمد؛ لأنه إذا لم يعلم رأس ماله كان ثمنه مجهولا وجهالة الثمن تمنع صحة البيع فإذا علم ورضي به جاز البيع؛ لأن المانع من الجواز هو الجهالة عند العقد وقد زالت في المجلس وله حكم حالة العقد فصار كأنه كان معلوما عند العقد وإن لم يعلم به حتى إذا افترقا تقرر الفساد۔"[18]

"اور اگر بائع نے کہا کہ ایک ہزار درہم کے عوض ایک سال میں یا پندرہ سو درہم کے بدلے دو سال کے لئے بیچا یہ بھی

---

[17]۔ علی حیدر، درر الحکام شرح مجلۃ الاحکام، بیروت: دار الجیل، ۱۱۳/۱۔
Ali Haider, Durar Al-Hakam Sharh Majallat Al-Ahkam, (Dar Al-Jeel), 113/1.

18۔ علاء الدین ابو بکر بن مسعود بن احمد الکاسانی، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، کتاب الفرض، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ۱۵۸/۵۔
Aladdin, Abu Bakr bin Masoud bin Ahmed Al-Kasani, Bada'i' al-Sana'i' fi Tartib al-Shara'i', Kitab al-Fard, Beirut: Dar al-Kutub al-Ilmiyyah، 158/5.

درست نہیں کیونکہ اس میں ثمن مجہول ہے بعض نے کہا کہ ایک بیع میں دو شرطوں کی وجہ سے بیع درست نہیں آپ ﷺ نے ایک بیع میں دو شرطوں سے منع فرمایا۔ اگر کسی شخص نے دہ یازدہ کے نفع کے ساتھ کوئی چیز فروخت کی اور خریدار کو اصل قیمت کا علم نہیں تو بیع فاسد ہے جب تک کہ اس معلوم نہ ہو جائے وہ اختیار کے ساتھ ہوگا چاہے تو وہ چیز لے لے یا چھوڑ دے۔ ابن رستم نے امام محمدؒ سے اسی طرح روایت کی ہے کیونکہ جب اصل قیمت معلوم نہیں تو ثمن مجہول ہو گیا اور ثمن کی جہالت بیع صحت کے لئے مانع ہے جب قیمت کا پتہ چل گیا تو خریدار راضی ہو گیا تو بیع جائز ہے کیونکہ بیع کے جواز کے لئے مانع عقد کے وقت جہالت تھی اور جب مجلس عقد میں وہ زائل ہو گئی تو عقد صحیح ہوگا تو یہ ایسے ہو گیا گویا کہ عقد کے وقت معلوم تھا اگر اصل قیمت کا علم نہ ہوا اور عاقدین جدا ہو گئے تو فساد باقی رہے گا۔"

بیع عینہ

اقساط پر اشیاء لینے کے عمومی طور پر دو مقاصد ہوتے ہیں اکثر اوقات خریدار مبیع سے فائدہ حاصل کرنے کی خاطر وہ چیز خریدتا ہے لیکن بسا اوقات وہ چیز مقصود نہیں ہوتی خریدار کو کیش کی ضرورت ہوتی تو وہ اقساط پر چیز خرید کر نقد کم قیمت پر فروخت کر کے پیسے حاصل کر کے اپنی ضرورت کو پورا کرتا ہے تو اقساط کے کاروبار میں یہ دوسری صورت بھی رائج ہے لیکن اگر کوئی شخص ادھار پر کوئی شے زیادہ قیمت میں خرید کر کسی تیسرے شخص کو وہ چیز نقد کی صورت فروخت کرتا ہے تو شرعاً یہ معاملہ جائز ہے، لیکن یہ معاملہ کسی شدید مجبور کے وقت کیا جائے، اس کو عادت نہ بنایا جائے۔ مزید یہ کہ اقساط کا کاروبار کرنے والے بعض دوکاندار قسطوں پر مہنگی چیز فروخت کر کے خریدار سے کم قیمت پر نقد میں واپس لے لیتے ہیں تو شرعاً یہ درست نہیں اسکی وجہ یہ کہ اس کو سود کے حیلے طور پر اختیار کیا جاتا ہے اور یہ شرعی اعتبار سے بیع عینہ ہے جس سے آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ البتہ اگر بائع کو اصل قیمت یا اس سے زیادہ میں فروخت کردے شرعاً اس کی گنجائش موجود ہے لیکن کم قیمت میں بائع کو فروخت کرنا بیع عینہ ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے۔ چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

"إذا تبايعتم بالعينة، واخذتم اذناب البقر، ورضيتم بالزرع، وتركتم الجهاد، سلط الله عليكم ذلا لا ينزعه حتى ترجعوا إلى دينكم۔"[19]

"جب تم بیع عینہ کرنے لگو گے، ور بیلوں کی دم تھام لو گے، کھیتی باڑی میں مگن ہو جاؤ گے، اور جہاد فی سبیل اللہ کو ترک کر دو گے، تو اللہ تعالیٰ تم پر ایسی ذلت مسلط کر دے گا، اس سے وقت تک نہیں نکل سکو گے جب تک تم مکمل طور پر اپنے دین کی طرف نہ لوٹ آؤ۔"

ضع اور تعجل

اقساط کے کاروبار میں ایک یہ ایک صورت یہ بھی رائج ہے کہ عقد میں یہ طے کر لیا جاتا ہے کہ اگر مشتری نے اپنے مقررہ وقت سے پہلے قیمت ادا کرنا چاہے تو اس کی قیمت میں کمی کر دی جاتی ہے مثلاً ایک سال میں مکمل اقساط ادا کرنی تھیں لیکن اگر مشتری چھے ماہ یہ اقساط جمع کروانا چاہے تو اس صورت میں اس کی قیمت میں کمی کر دی جاتی ہے اقساط کا کاروبار بیع مؤجل کے زمرے میں آتا ہے بیع مؤجل میں وقت سے پہلے ادائیگی کی صورت میں ثمن میں کمی کرنا جائز نہیں بلکہ یہ سود کی ایک صورت ہے۔

---

[19] سلیمان بن اشعث سجستانی، سنن ابی داؤد، کتاب الاجارۃ، باب فی النہی عن العینۃ، رقم الحدیث: ۳۴۶۲۔
Suleman bin Ashas, *Sunan Abu Dawud*, Kitabul Ijārah, Chapter: Prohibition of sale buy back, Hadith No: 3462.

قال ابن قدامه في المعنى : لما كان عليه دين موجل فقال لغريمه ضع على بعض واعجل لك بقيته لم يجز،كرهه زيد ابن الثابت وابن عمر والمقداد سعيد ابن المسيب .... وابو حنيفه الخ۔[20]

المغنی میں علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں: جب کسی شخص پر دین موجل ہو اور وہ اپنے دائن سے کہے کہ اس میں سے کچھ کمی کردو بقیہ رقم میں فوری ادا کردیتا ہوں تو یہ جائز نہیں۔ زید بن ثابت، ابن عمر، المقداد، سعید ابن المسیب اور ابو حنیفہ وغیرہ نے اس کو ناپسندہ قرار دیا ہے۔

قال الامام محمد في موطئه بعد روايةاثر زيد ابن ثابت قال محمد وبهذا ناخذ من وجب له دين على انسان الى اجل فسال ان يضع عنه ويعجل له ما بقى لم يجمع ذالك لانه يعجل قليلا كثير دينا فكان يبيع قليلا نقدا بكثير دينا وهو قول عمر ابن الخطاب وزيد ابن ثابت وعبد الله ابن عمر وهو قول أبي حنيفه۔[21]

"امام محمد نے اپنے موطا میں زید بن ثابت کی روایت کے بعد فرمایا: کسی شخص کا دین ہو ایک مدت تک کے لئے تو مدیون نے اپنے دائن سے کہا اس میں کچھ کمی کردو بقیہ رقم میں فوری ادا کرتا ہوں یہ درست نہیں اس لئے کہ اس نے زیادہ ادھار قرض کے بدلے میں تھوڑی رقم فوری ادا کی ہے اس کی مثال ایسے ہے کہ جیسے اس نے زیادہ دین کو بیچا ہے تھوڑے دین کے عوض۔ عمر بن خطاب اور زید بن ثابت اور عبداللہ بن عمر اور امام ابو حنیفہ کا بھی یہی قول ہے۔"

البتہ بغیر طے کیے مالک اپنی مرضی سے کوئی کمی یا تخفیف کردے تو جائز ہے لیکن شرط یہ ہے کہ وہ مشروط اور معروف نہ ہو۔

اقساط کی بیع میں شرائط فاسدہ

اقساط کے خرید و فروخت میں ایک خرابی یہ بھی رائج ہے کہ دوکاندار یعنی فروخت کنندہ کی طرف سے عقد میں ایسی شرائط لگائی جاتی ہیں جن سے وہ عقد فاسد ہو جاتا ہے مثلا: دوکاندار (بائع) یہ شرط لگائے کہ اقساط کی تاخیر کی صورت میں یا اقساط ادا نہ کرسکنے کی صورت میں یہ مبیع خریدار کی ملکیت سے نکل کر بائع کی ملکیت میں واپس آجائیگی تو بیع و شراء میں اس طرح کی شرائط لگانا شرعا درست نہیں۔

"وكل شرط لا يقتضيه العقد وفيه منفعة لأحد المتعاقدين أو للمعقود عليه وهو من أهل الاستحقاق يفسده كشرط ان لا يبيع المشترى العبد المبيع لان فيه زيادة عارية عن العوض فيؤدى الى الربو۔" [22]

"ہر وہ شرط جو مقتضائے عقد کے خلاف ہو اور جس کا فائدہ فریقین میں کسی ایک یا معقود علیہ (جس سے نفع حاصل کرنا جائز ہو) کو ہو تو ایسی شرط سے بیع فاسد ہو جاتی ہے، جیسے کہ یہ شرط کہ خریدار بیچے جانے والے غلام کو فروخت نہ کرے کیونکہ ایسا اضافہ جو عوض سے خالی ہے پس وہ اس معاملے کو سودی معاملہ بنادے گا۔"

---

[20]۔ابو محمد موفق الدین عبداللہ بن أحمد بن محمد بن قدامة، المغنی لابن قدامة، مکتبة القاهرة، ۳۹/۴۔

Abu Muhammad Muwaffaq al-Din Abdullah bin ۲Ahmad bin Muhammad bin Qudamah, Al-Mughni by Ibn Qudamah, Cairo Library, 39/4.

[21]۔مالک بن أنس بن مالک، موطأ مالک بروایة محمد بن الحسن الشیباني، باب: الرجل يبتاع المتاع او غيره نسيئة ثم يقول انقدني واضع عنك، المكتبة العلمية، ص ۲۷۱۔

Malik bin Anas bin Malik, Muwatta Malik, narrated by Muhammad bin Al-Hasan Al-Shaybani, chapter on the man selling goods or some thing else, then says, “Pay off your debt now I’ll give you discount,”) Al-Maktabah Al-Ilmiyyah), 271.

[22]۔علي بن أبي بكر بن عبد الجليل الفرغاني المرغيناني، الهداية في شرح بداية المبتدي، بيروت: دار احياء التراث العربي، ۴۸/۳۔

Ali bin Abi Bakr Al-Farghani Al-Marginani, *Al-Hidaya fi Sharh Bedayat Al-Mubtadi*, Beirut: Dar Ihiya Al-Turath Al-Arabi, 48/3.

قسط کی تاخیر پر جرمانہ

دوکاندار کی طرف سے اقساط کی صورت میں خرید وفروخت کے وقت دوکاندار کی طرف سے خریدار پر یہ شرط لگائی جاتی ہے کہ اگر قسط کی مقررہ وقت پر ادانہ کرنے کی صورت میں یومیہ اتنی رقم بطور جرمانہ ادا کرے گا۔یعنی تاخیر کی صورت میں خریدار ہر دن کے بدلے ایک سو روپے اضافی ادا کرے گا تو شرعا یہ سود ہے بیع التقسیط میں اس طرح کی شرائط لگانا اس معاملے کو ناجائز بنادیتا ہے۔

لما روی عن رسول الله الله نهي عن قرض جر نفعاً۔[23]

اور در مختار میں تعزیر بالمال سے متعلق ہے:

"و في شرح الآثار: التعزير بالمال كان في ابتداء الإسلام ثم نسخ. اهـ و الحاصل أن المذهب عدم التعزير بأخذ المال"۔24

"اور شرح الآثار میں ہے مالی جرمانہ ابتدائے اسلام میں مشروع تھا پھر منسوخ ہوگیا۔۔۔اور خلاصہ یہ ہے کہ راجح مذہب مالی جرمانے کے عدم جواز کا ہے۔

متبادل صورتیں

قسطوں پر خریداری ایک مباح عمل ہے لیکن اس کی شرائط اور طریقہ کار پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے ناجائز قرار دیا جاتا ہے اس لئے قسطوں کے کاروبار میں ان خرابیوں کو دور کرکے ان کے متبادل صورتوں پر عمل کیا جائے۔عاقدین کے درمیان معاہدہ تمام ہونے کے بعد بائع مبیع خریدار کے حوالے کردیتا ہے اور خریدار اس کا مالک بن جاتا ہے خریدار پر مبیع کی قیمت دین یعنی قرض بن جاتی ہے تو دوکاندار اپنے دین کی وصولی کے لئے درج ذیل طریقے اختیار کرسکتا ہے۔

معاہدے کی دستاویز

ادھار اور دین کے معاملات سے متعلق قرآن کریم کا ایک سنہری اصول ہے کہ سوداطے ہونے کے بعد اس معاہدے کو لکھ لینا چاہیے اور یہ معاہدہ ہر اعتبار سے جامع اور معانع ہونا چاہیے اس کا بنیادی مقصد معاملات میں شفافیت کو یقینی بنانا اور فریقین کو باہمی نزاع سے بچانا مقصود ہے اور مزید یہ کہ اس تحریر میں تمام شرائط اور اداشدہ رقم اور بقیہ رقم اور اس کی تفصیلات درج ہوں گی جس کی ایک ایک کاپی ہر فریق کے پاس ہوگی اس تحریر کو باہمی اختلاف کی صورت میں ایک ثبوت کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے۔تو ادھار کے معاملے میں بھی مبیع کا ثمن خریدار پر قرض ہوتا ہے لہذا قرض اور دین سے متعلق یہ ایک اسلامی اور قرآنی اصول ہے جس پر عملدرآمد کو یقینی بنانا چاہیے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"یا ایھاالذین آمنوا اذاتداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوہ"۔[25]

"اے ایمان والو جب تم تم کسی معین مدت تک کے لئے دین کا معاملہ کرو تو اس کو لکھ لو۔"

---

[23] علاء الدین، أبو بکر بن مسعود بن أحمد الکاسانی، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، کتاب القرض، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ۷/۳۹۵۔
Aladdin, Abu Bakr bin Masoud bin Ahmed Al-Kasani, Bada'i' al-Sana'i' fi Tartib al-Shara'i', Kitab al-Fard, (Dar al-Kutub al-Ilmiyya), 395/7.

24ابن عابدین، حاشیہ ردالمختار، مصر، المطبعۃ مصطفی البابی الجبلی، طبع دوم، ۱۹۶۶ء، ۶۱/۴۔
Ibn Abidin, Hashiyat Radd al-Mukhtar (Egypt, Mustafa al-Babī al-Jabali Press, Dom Edition, 1966), 61/4.

[25] البقرۃ، ۲:۲۸۲
Al-Baqarah, 2:282

قیمتی چیز رہن رکھ لے۔

دوکاندار اپنے قرض کی وصولی کے لئے خریدار کی مملوکہ اشیاء میں سے کوئی شے اپنے پاس بطور رہن رکھ لے خریدار جب اپنے واجبات ادا کر دیگا تو اس کو وہ مرہونہ شے واپس کر دی جائے گی لیکن اگر خریدار واجبات ادا نہ کرے تو اس صورت میں مرتہن اس چیز کو فروخت کر کے اپنا قرض وصول کر سکتا ہے۔البتہ مرہونہ چیز جب تک مرتہن کے پاس رہے گی وہ بدستور خریدار کی ملکیت رہے گی دوکاندار اس کا مالک نہیں ہو گا اور نہ ہی اس چیز سے کوئی نفع حاصل کر سکتا ہے بصورت دیگر وہ نفع سود کہلائے گا۔اللہ تبارک و تعالیٰ کا پاک ارشاد ہے:

"وَإِنْ كُنْتُمْ عَلَى سَفَرٍ وَلَمْ تَجِدُوا كَاتِبًا فَرِهَانٌ مَقْبُوضَةٌ"-[26]

"اگر تم سفر پر ہو اور تمہیں کوئی لکھنے والا نہ ملے تو (ادائیگی کی ضمانت کے طور پر) رہن قبضے میں رکھ لیے جائیں۔"

اس آیت مبارکہ میں اپنے قرض اور دین وغیرہ کے بدلے میں بطور ضمانت کوئی چیز رہن (گروی) رکھنے کی ترغیب دی گئی ہے جس سے ضمانت اور سیکیورٹی (Security) کا جائز اور مستحسن ہونا معلوم ہوتا ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے:

"أن النبيﷺ اشترى طعاما من يهودي إلى أجل، ورهنه درعا من حديد"-[27]

"نبی کریم ﷺ نے ایک یہودی سے اناج خریدا اور اس کے پاس اپنے لوہے کہ زرہ رہن رکھوائی۔"

اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ رہن رکھوانا جائز ہے کیونکہ خود آپ ﷺ نے اپنی زرہ اناج کی قیمت کے بدلے رہن رکھوائی اور یہ زرہ آپ ﷺ کی وفات تک اس یہودی کے پاس رہی، جیسا کہ سنن ابن ماجہ میں حضرت اسماء بنت یزید سے مروی ہے:

"أن النبي ﷺ - توفي ودرعه مرهونة عند يهودي بطعام"-[28]

"نبی کریم ﷺ کا انتقال ہوا جبکہ آپ ﷺ کی زرہ ایک یہودی کے پاس اناج کے بدلے میں گروی پڑی ہوئی۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کے مطابق یہ زرہ تیس صاع جو کے بدلے میں رہن رکھوائی گئی تھی۔[29] معلوم ہوا کہ ضمانت کے طور پر کسی چیز کا رکھوانے کا معاملہ جائز اور مشروع ہے اور خود نبی کریم ﷺ سے رہن کا رکھوانا اس کی اہمیت پر بتلاتا ہے۔

قرض کے بقدر چیک

دوکاندار قسطوں پر اشیاء فروخت کرتے وقت اپنے خریداروں سے مبیع کی قیمت کے بقدر ایک چیک بطور سیکیورٹی کے اپنے پاس رکھیں جو خریدار کو ادائیگی مکمل کرنے بعد واپس کر دیا جائے اور اگر خریدار ادائیگی سے قاصر آجائے تو اس چیک کے ذریعے اپنا قرضہ وصول کر لیا جائے یا قانونی راستہ اختیار کیا جائے۔

---

[26]۔البقرۃ،۲:۲۸۳۔

Al-Baqarah, 2: 283.

[27]۔بخاری، صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب شراء النبی ﷺ بالنسیئہ، رقم الحدیث:۲۰۶۸۔

Bukhari, *Sahih Al-Bukhari*, Chapter on the purchase of the Prophetﷺ on deffered payment, Hadith No: 2068.

[28]۔القزوینی، سنن ابن ماجہ، کتاب الرہون، باب الرہن (دار الرسالۃ العالمیۃ، الطبعۃ:الأولی، ۱۴۳۰ھ)، رقم الحدیث:۲۴۳۸، ۵۰۶/۳۔

Al-Qazwini, *Sunan Ibn Majah*, Kitab Al-Rahhun, Chapter Al Rehn, (Dar Al-Risala Al-Alamiyah, First Edition, 1430 AH), Hadith No.: 2438.

[29]القزوینی، سنن ابن ماجہ، الرہون، عن ابن عباس، رقم الحدیث:۲۴۳۹۔

Al-Qazwini, Sunan Ibn Majah, Kitab Al-Rahhun, Hadith No: 2439.

شخصی ضمانت

شخصی ضمانت کا مطلب یہ ہے کہ عاقدین کے علاوہ کوئی تیسرا شخص جس معاشرے میں اچھی شہرت ہو وہ خریدار کی طرف سے ضامن بن جائے کہ اگر خریدار اقساط ادا نہیں کرے گا تو یہ اس کے دین کا ضامن ہو گا یعنی اصیل کے ادا نہ کرنے کی صورت میں کفیل ادا کرے گا۔ ضامن بننے کا مطلب یہ ہے کہ کسی دوسرے شخص پر ثابت شدہ حق کی ذمے داری قبول کر لینا "ہے، مثلاً ضامن کہے" : جو قرض یا رقم تم نے فلاں شخص سے لینی ہے وہ میں تمہیں ادا کروں گا۔ کسی شخص کے ضامن بننے کی صورت میں صاحب حق اپنے حق کا مطالبہ ضامن اور مضمون عنہ دونوں سے کر سکتا ہے۔ اگر "مضمون عنہ "نے اپنا قرضہ ادا کر دیا یا صاحب حق نے اسے معاف کر دیا تو ضامن بھی ضمان سے بری جائے گا کیونکہ ضامن کی ذمہ داری مضمون عنہ کی ذمہ داری کے تابع ہے۔[30]

کاغذات کو بطور سیکورٹی رکھنا

دوکاندار اپنے دین کی وصولی کے لئے مبیع یا کسی دوسری شے کے کاغذات کو اپنے پاس رکھ لے جن کے رکھنے کا بنیادی مقصد قرض کی وصولی ہو گا مثلا: کوئی شخص قسطوں پر موٹر سائیکل خریدتا ہے تو بائع یہ مطالبہ کر سکتا ہے اقساط مکمل ہونے تک اس موٹر سائیکل کے کاغذات میں اپنے قبضے میں رکھوں گا تو شرعا یہ صورت بھی درست ہے۔

خریدار کی کسی مملوکہ شے پر قبضہ

قرض کی وصولی کی ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اگر خریدار قسطیں ادا نہ کرے یا اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی سے انکار کر دے تو اس صورت میں بائع کو حق حاصل ہے کہ وہ دین کی وصولی کے لئے بائع کی کسی مملوکہ شے کو اپنے قبضہ میں لے لے لیکن ملکیت خریدار کی رہے گی دوکاندار اس کو اپنے قبضے میں لے سکتا ہے البتہ اس مملوکہ چیز کو تحویل میں لینے کے باوجو خریدار ادائیگی نہ کرے تو اس صورت میں اس چیز کو فروخت کر کے اپنا حق وصول کیا جا سکتا ہے لیکن واضح رہے کہ صرف اپنی اصل رقم وصول کی جائے اس کے بعد اگر کوئی رقم اضافی ہو تو اس صورت میں وہ مالک کو واپس کرنا ضروری ہے۔ قہستانی فرماتے ہیں:

"وفيه ايماء الى ان له ان ياخذ من خلاف جنسه عند المجانسة فى المالية وهذا اوسع فيجوز الاخذ به وإن لم يكن مذهبنا ـــ و الفتوى اليوم على جواز الاخذ عند القدرة من اى مال كان لا سيما فى ديارنا لمداومتهم للعقوق." [31]

"اس میں اشارہ ہے کہ خلاف جنس کو لینا جائز ہے جو مالیت میں قرض کے برابر ہو اور اسی میں ہی وسعت ہے پس اس کو لینا جائز ہے اگرچہ ہمارا مذہب یہ نہیں ہے اور عصر حاضر میں فتوی بھی اسی پر ہے کہ اگر قدرت ہو تو قرض کے برابر اس کے مال میں سے کوئی بھی چیز لی جا سکتی ہے۔

30۔ الزحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، دمشق: دار الفکر، ۴۱۶۴/۶۔
Al-Zuhaili, Al Fiqhul Islami Wadillatuh, (Dar Al-Fikr, Damascus), 4164/6.

31۔ الدر المختار مع رد المحتار، بیروت: دار الفکر، ۹۵/۴۔
Al-Durr Al-Mukhtar with Radd Al-Muhtar, kitabul Buyue, (Dar Al-Fikr - Beirut),95/4.

نتیجہ بحث

مروجہ بیع التقسیط یعنی قسطوں پر خریداری کو مطلقاً جائز قرار نہیں دیا جاسکتا اور نہ ہی مطلقاً اس کو حرام قرار دیا جاسکتا ہے بلکہ اس کی صحت کے لئے شرائط کی پاسداری ضروری ہے ان سے انحراف کی صورت میں یہ بیع ناجائز ہو جاتی ہے اور عصر حاضر میں مروجہ طریقہ کار میں نقائص اور خامیاں موجود ہیں جو اقساط کے کاروبار کو سودی کاروبار میں تبدیل کر دیتی ہیں یا کم از کم شرعاً وہ معاملہ ناجائز اور ممنوع قرار پاتا ہے اس لئے ان نقائص کی اصلاح کی ضرورت ہے قسطوں پر کاروبار کی جن صورتوں میں وہ نقائص اور خامیاں پائی جاتی ہیں ان کو ترک کر کے اگر ان کا کوئی شرعی متبادل موجود ہو تو اس کو اختیار کیا جائے۔

دورِ حاضر میں ادھار اور قسطوں کے ذریعے کاروبار کرنے اور اس کی بنیاد پر قیمت میں اضافہ کرنے کا عام رواج ہے، اقساط پر خریداری کی صورت میں فریقین یعنی بائع اور مشتری دونوں کو فائدہ ہوتا ہے بائع کو ادھار کی وجہ سے نقد کے مقابلے میں زیادہ منافع مل جاتا ہے جبکہ خریدار کو سہولت کا پہلو اس طرح ہوتا ہے کہ موجودہ مہنگائی کے دور میں نقد اشیاء کو خریدنے کی قوت نہیں ہوتی جس کے پیش نظر وہ ضروریات زندگی کی اشیاء کو ادھار قیمت کے عوض خریدنے کو ترجیح دیتا ہے۔ عصر حاضر میں اقساط اور ادھار پر لین دین معاشرے کی ایک بنیادی ضرورت بن چکا ہے جس کی حقیقت سے انکار ممکن نہیں۔ لیکن کاروبار سے منسلک افراد چاہے وہ قسطوں پر اشیاء دینے والے تاجر ہوں یا خریدار سارے لوگ دیگر احکام کی طرح قسطوں پر لین دین کے بنیادی اصول وضوابط سے ناواقف ہیں اس لاعلمی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے اس کاروبار سے جڑے ہوئے لوگ عملی طور پر ایسی غلطیوں کا ارتکاب کر لیتے ہیں جس کی وجہ سے ان کا لین دین شرعاً ناجائز ہو جاتا ہے۔ خاص طور اقساط کے کاروبار میں ادھار کی وجہ سے مبیع کی قیمت میں جو اضافہ کیا جاتا ہے تو اس سے متعلق شرعی مسائل سے لاعلمی کی وجہ سے اس جائز معاملے کو بھی سودی معاملہ بنا دیتے ہیں جانے انجانے میں فروخت کنندہ اور خریدار دونوں سود دینے اور لینے کی وجہ سے حرام کاروباری سرگرمیوں میں ملوث ہو جاتے ہیں اور حاصل شدہ آمدنی کو بھی حرام یا کم از کم مشکوک ضرور بنا دیتے ہیں۔

اس لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ ادھار اور قسطوں کے کاروبار سے شرعی مسائل اور موجودہ طریقہ کار میں جو نقائص اور خامیاں ہیں ان کی نشاندہی کرنے کے بعد ان کا متبادل اور شرعی حل پیش کیا گیا ہے تاکہ اس کاروبار سے وابستہ افراد اسلامی اصول تجارت کے مطابق اپنا کاروبار کر سکیں۔

تجاویز وسفارشات

۱۔ مجلس عقد میں کسی ایک معاملے نقد یا ادھار کو حتمی طور پر طے کر لیا جائے معاملہ طے ہو جانے کے بعد اس میں کوئی تبدیلی نہ کی جائے۔

۲۔ ادھار خرید وفروخت کی صورت میں قیمت اور ادائیگی کی مدت اور ہر قسط کی مقدار اور وقت متعین کر لیا جائے۔

۳۔ نقد کے مقابلے میں ادھار کی صورت میں قیمت جو اضافہ ہوتا ہے اس کو مبیع کی قیمت کا جز بنا کر ذکر کیا جائے نہ مدت کے مقابلے میں اس کو ذکر کیا جائے۔

۴۔ ادھار سودوں میں مقتضائے عقد کے خلاف کوئی شرط نہ لگائی جائے۔

۵۔ اقساط کی تاخیر یا عدم ادائیگی کی صورت میں جرمانے کے طور کوئی اضافہ رقم نہ وصول کی جائے۔

۶۔ دیون کی وصولی کو یقینی بنانے کے لئے اسلامی تعلیمات کے مطابق رہن، سیکورٹی یا کوئی شخصی ضمانت کے شرعی طریقوں پر عمل کیا جائے۔

۷۔ایسی اشیاء کوادھار یااقساط پرنہ فروخت کیاجائے جن کے تبادلے کی صورت میں عوضین پر مجلس عقد میں قبضہ شرط ہے۔

۷۔ادھار کے سودے کی تمام شرائط وضوابط اور وصول شدہ اور بقیہ رقم اوراس کی تمام تفصیلات پر جامع ایک متفقہ دستاویز تیار کرنی چاہیے جس کو بوقت ضرورت کسی بھی پلیٹ فارم پر ثبوت کے طور پر پیش کیاجاسکے۔